اسلام کا فلسفہ خوف و رجا

قاری شعیب احمد
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

ایک مسافر کو اگر پتہ چل جائے کہ وہ جس گاڑی پہ سوار ہے اس میں ایک بم رکھا ہوا ہے جو کسی بھی لمحہ پھٹ جائے گا تو وہ مسافر یقیناً اس بس سے فوراً اتر جائے اور اگر اس میں انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کی تڑپ ہوئی تو دوسروں کو بھی متنبہ کر دے گا۔ لوگوں کے ایک ہجوم میں آپ آواز لگا دیں کہ ایک خونخوار شیر اسی جانب بھاگے آ رہا ہے تو چند لمحوں میں وہ ہجوم کا بادل چھٹ جائے گا۔ ایک بچہ استاذ کی مار اور ڈانٹ ڈپٹ کے خوف سے سبق یاد کر لیتا ہے۔ آخر ایک کیوں ہوتا ہے؟

اسی طرح ایک سرمایہ دار نفع کی امید میں اپنی بے بہا رقم تجارتی امور پر کھپا دیتا ہے اور ایک طالب علم انعام، وظیفہ کے حصول کیلئے کلاس میں ٹاپ کی حیثیت یعنی فرسٹ پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے آخر کیوں؟

دراصل یہ انسانی فطرت (Nature) ہے کہ انسان جس چیز سے خطرہ محسوس کرے اس سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا ہے اور جس چیز سے نفع کی امید ہو اسے حاصل کرنے کی فکر اسے دامن گیر ہوتی ہے۔

لہٰذا اگر اسلام نے اسی فطرت انسانی کا لحاظ رکھتے ہوئے جہنم کا خوف اور جنت کی امید دلائی ہے تو اس پر آج کے بے خدا اور ملحد ماہرین نفسیات کے اعتراضات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ خوف سے خود اعتمادی (Confidence) میں کمی واقع ہوتی ہے اور اس سے ایک انسان کی صحت بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور کسی چیز (جنت) کا لالچ انسان کو حریص لالچی اور خود غرض بناتا ہے حالانکہ یہ بات صرف اس وقت کہی جاسکتی تھی جبکہ صرف خوف ہی خوف ہوتا یا صرف امید ہی امید ہوتی اور پھر دوسری طرف یہی ماہرین نفسیات ہیں جو ایک طالب علم کی تعلیمی کارکردگی بہتر بنانے کیلئے انہی دو امور کی سفارش کرتے نظر آتے ہیں۔

لیکن اس سے بھی بڑھ کر افسوسناک بات یہ ہے کہ اکثر صوفیاء کرام بھی اس نظریہ کے حامل نظر آتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ آپ اللہ کی عبادت و ریاضت جنت کے لالچ میں نہیں بلکہ عشق خدا کا تقاضا اور حصول لذت کا ذریعہ سمجھ کر کریں۔ آپ جہنم کے خوف سے خود کو برائیوں سے نہ بچائیں بلکہ اسی عشق خدا کا تقاضا ہے کہ اپنے محبوب سے وصال کیلئے جو چیزیں رکاوٹ ہیں ان سے پرہیز کیا جائے۔

لیکن حقیقت کی آنکھ سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جنت وجہنم کے لالچ وخوف سے قطع نظر ان صوفیا کے تصوف کے پس منظر میں بھی ایک لالچ وخوف ہی کی نفسیات کارفرما ہوتی ہیں۔ وصال یار کے شوق میں یہ عشق ومحبت ایک لالچ ہی تو ہے اور ان صوفیاء کا برائیوں سے اجتناب اسی خطرہ وخوف کے تحت ہوتا ہے کہ کہیں وصال یار سے محروم نہ ہو جائیں گویا ان کے عشق کا محرک بھی لالچ وخوف ہی

> اللہ کا خوف انسان سے اس کی انانیت چھین لیتا ہے پھر اس کی سوچ اور فکر خدائی سوچ و پسند کے تابع ہو جاتی ہے اور وہ اپنے دل کی خواہشات کیلئے دل کو ہی مدفن بنا دیتا ہے۔ پھر اس کی زبان کان ہاتھ اور پاؤں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے بلکہ حکم خدا کی پابندی کے دائرہ میں رہ کر ہی اپنا کام کرتے ہیں

ہے۔

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صوفیاء کرام کے ایسے ہی عقائد ونظریات نے امت کی ایک کثیر تعداد کو بے عملی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ وہ عشق ومحبت کے دعوے تو کرتے نظر آئیں گے مگر اس عشق ومحبت کے تقاضوں سے کوسوں دور۔ وہ عشق کے نام پر جان قربان کرنے کو تو ملیں گے مگر خواہشات نفس کو قربان کرنے کیلئے تیار نہ ہونگے وہ اس دعویٰ عشق کے نعرے تو لگاتے نظر آئیں گے مگر ان نعروں کی گونج میں محبوب کے احکام کا ان کی سماعت پر کچھ اثر نہ ہوگا۔

ان صوفیاء کرام کا یہ خود ساختہ نظریہ سراسر قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے مومنوں کے قیام اللیل کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا

یعنی ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں اور وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کا خوف رکھتے ہوئے اور اس کی رحمتوں کی طمع رکھتے ہوئے۔ (سورۃ الم السجدہ)

اسی طرح سورۃ الانبیاء میں چند انبیاء کرام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

یدعوننا رغبا ورھبا۔ وہ ہماری رحمتوں کی رغبت رکھتے ہوئے اور ہمارے عذاب سے ڈرتے ہوئے ہمیں پکارتے رہیں۔ اور سورۃ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے: امن ھو قانت آناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الآخرۃ ویرجون رحمۃ ربہ۔ کیا وہ انسان جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ و قیام کرتے ہوئے فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ آخرت کے بارے ڈرتا بھی ہے اور اپنے رب کی رحمتوں کی امید بھی رکھتا ہے کیا یہ انسان اور وہ جس میں یہ صفات نہیں دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟

اس ترغیب وترہیب اور خوف ورجا کو ایک اور انداز میں قرآن مجید میں یکجا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے بیشتر مقامات پر یہ اسلوب اپنایا گیا ہے کہ جہاں جنت کا ذکر ہو وہاں ساتھ ہی جہنم کا بھی ذکر ہے۔ جہاں اہل جنت کے آرام وآرائش اور نعمتوں، اور نعمتوں سے لطف اندوزی کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی اہل جہنم کی تکالیف و مصائب اور عذاب سے دوچار ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے رسول کائنات ﷺ کو بشیر ونذیر کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے وہاں اس کے مابعد اس اللہ تعالیٰ کی لعنت وعقوبت کا ذکر بھی ہوگا۔ سورۃ البروج میں: ان بطش ربک لشدید۔ فرما کر اگر اپنی پکڑ اور مواخذہ سے ڈرایا ہے تو، وھو الغفور الودود فرما کر اپنی رحمتوں اور بخششوں کی امید بھی دلائی ہے۔ سورۃ المومن کے آغاز میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول۔ وہ اللہ گناہوں پر پردہ ڈالنے والے توبہ قبول کرنیوالے سخت پکڑنے والے اور بڑی قوتوں کے مالک ہیں۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایک اچھا بھلا انسان شراب کا رسیا ہو جاتا ہے اور شیطانی جال میں آکر گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی کے نام ایک مکتوب روانہ کرتے ہیں اور آغاز میں یہی مذکورہ بالا آیات لکھ دیتے ہیں۔ جسے پڑھ کر اس شرابی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں اور پھر خود ہی وہ یوں گویا ہوا کہ میرا رب کس قدر عظیم ہے۔ جو اپنے عذاب سے مجھے ڈراتا بھی ہے مگر گناہوں کی بخشش کی امید بھی دلاتا ہے۔ آیت میں مذکور ترغیب وترہیب پہلو سے متاثر ہوکر وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے۔ ترغیب وترہیب اور خوف ورجا کی اس اہمیت کے پیش نظر محدثین کے یہاں الایمان بین الخوف والرجا کا جملہ مشہور عام ہے۔ یعنی خوف ورجا دونوں ایک مومن کے تمام اعمال وافعال کو کنٹرول کرتے ہیں۔

لیکن ذرا یہ بات بھی تصور میں لائیے کہ اگر صرف خوف ہی خوف ہوتا تو انسان پر مایوسی اور پژمردگی ہی چھائے رہتی اور اگر صرف رحمت ہی رحمت ہوتی تو انسان اللہ کی نافرمانی بڑی دلیری اور جرات سے کرتا رہتا۔ وہ انسان کس قدر احمق ہے جو اس کی رحمتوں کو یاد کرتے ہوئے گناہ پہ گناہ کئے جارہا ہے۔ مگر اس اللہ کی لعنت وعقوبت کو یاد کرکے گناہوں کی زندگی سے باز نہیں آتا۔ لوگ قرآن مجید کی آیت لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کا سہارا لیکر شیطانی فریب میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ اسی آیت کے متصل بعد اللہ فرماتے ہیں۔ وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون۔ واتبعوا احسن ما انزل الیکم من

ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب بغتة وانتم لا تشعرون (یعنی اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور قبل اس کے تم پر عذاب آئے اس کے مطیع بندے بن جاؤ، عذاب آنے پر

> افسوس آج ہمارے دل اللہ کے خوف سے خالی ہو گئے ، جبھی تو ہم اللہ کی بغاوت اور سرکشی پہ اتر آئے اور ہمارا معاشرہ جرائم کی آماجگاہ بن گیا

پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی اور تمہارے رب کی جانب سے جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اس میں احسن کی اتباع کرو قبل اس کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

یہ آیات ہمیں متنبہ کر رہی ہیں کہ محض امید رحمت میں گناہ نہ کرتے رہنا اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ تم پر اچانک عذاب خداوندی آ جائے خواہ وہ موت کی صورت میں ہی ہو کہ اچانک موت آئے اور توبہ کی مہلت بھی نہ مل سکے۔

خوف خدا کے انسانی زندگی پر اثرات :

خوف ورجا انسانی نفسیات پر بہت گہرا اثر ڈالتے ہیں اس حقیقت سے انکار ایک ہٹ دھرم انسان ہی کر سکتا ہے نہ کہ حقیقت پسند انسان، دنیا میں انسان جس چیز سے خوف کھائے اس سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اللہ سے خوف انسان کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ اللہ سے خوف اس سے بھاگنا نہیں بلکہ اس کے دامن میں پناہ لینا ہے اور اس کی رحمت کی آغوش میں جگہ پانا ہے۔

بہت سے ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ انسان کی اصلاح کیلئے سب سے موثر خوف کی ہی نفسیات ہے اور پھر یہ خوف جب رب ذوالجلال کا ہو تو اس کی تاثیر میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جنت کے مقابلہ میں جہنم کا ذکر نسبتاً زیادہ ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دلوں میں خوف خدا جگہ بنا لے تو پھر انسان ہر نیکی کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور ہر برائی سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا ہے اللہ کا خوف انسان سے اس کی انانیت چھین لیتا ہے پھر اس کی سوچ اور فکر خدائی سوچ و پسند کے تابع ہو جاتی ہے اور وہ اپنے دل کی خواہشات کیلئے دل کو ہی مدفن بنا دیتا ہے۔ پھر اس کی زبان کان ہاتھ اور پاؤں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے بلکہ حکم خدا کی پابندی کے دائرہ میں رہ کر ہی اپنا کام کرتے ہیں اس خوف خدا میں اتنی قوت ہے کہ ایک معاشرے کے اگر تمام انسانوں کے دلوں میں یہ گھر کر جائے تو معاشرہ سے تمام جرائم کا خاتمہ یقینی ہو جاتا ہے۔

آج کے بے خدا اور الحاد پسند سیکولر معاشروں کے اندر جرائم کی روک تھام کیلئے اخلاقیات کا سہارا لیا جاتا ہے یا پھر قانون کی سختیوں اور سزاؤں کا مگر بند کوٹھڑی کے اندر جرم کا ارتکاب کرنے والا انسان جس تک قانون کی رسائی نہیں ہوسکتی جس تک انسان تو کیا چرند پرند کی آنکھ بھی نہ پہنچ رہی ہو۔ اسے برائی سے ہٹانے والی طاقت کیا ہوسکتی ہے؟ وہ طاقت صرف اور صرف ایک اللہ کا خوف ہے جو انسان کو جلوتوں میں بھی اور خلوتوں میں بھی تنہائیوں میں بھی اور انسانوں کے ہجوم میں بھی غلط کاریوں اور بدمعاشیوں سے روک سکتا ہے۔

لیکن افسوس آج ہمارے دل اللہ کے خوف سے خالی ہو گئے، جبھی تو ہم اللہ کی بغاوت اور سرکشی پہ اتر آئے اور ہمارا معاشرہ جرائم کی آماجگاہ بن گیا لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے قلوب واذھان خوف خدا کا مرکز کیسے بن سکتے ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم خود کو خوف خدا کی بساط میں لپیٹ سکیں؟ تو اس کیلئے اولا ہمیں تلاوت قرآن باترجمہ پڑھنے کا عادی بننا ہوگا اس لئے کہ جب ہمارے سامنے جہنم کے مناظر آئیں گے۔ جہنمیوں کی چیخ و پکار اور آہ و بکا ہمیں سنائی دے گی تو یقیناً اللہ کا خوف ہم میں گھر کر لے گا۔ جب ہمیں سابقہ اقوام پر آنے والے عذاب معلوم ہونگے اور اسی طرح قیامت کی ہولناکیاں قیامت کا زلزلہ ہمیں قرآن پڑھتے محسوس ہوگا تو یقیناً اللہ کا خوف ہم پر مسلط ہوگا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیل رواں جاری ہو جائے گا جس سے سابقہ گناہ دھل کر رہ جائیں گے اور یہی آنسو آئندہ زندگی پر ہمیشہ کیلئے اپنا اثر قائم کر جائیں گے۔